اہل کوفہ اور تشیع

عالیجناب خان بہادر سید محمد عباس زیدی صاحب، جلالوی (سابق آئی، اے، ایس)

اہل کوفہ کے متعلق ایک حلقہ میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ سب شیعہ تھے اور انہیں لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کو پے در پے خطوط بھیج کر مکہ معظمہ سے کوفہ بلوایا اور جب وہ ان کے بلانے پر تشریف لائے تو دور سے تماشہ دیکھتے رہے اور اپنے جوار میں ان کو تلوار اور نوک نیزہ کا نشانہ بنوایا اور اس وجہ سے کوفہ کے شیعوں کا حصہ جو انہوں نے کربلا کے گناہ کے ارتکاب میں لیا وہ یزید کے زر پرست افسروں اور سپاہیوں کے نسل کی بہ نسبت جو امامؑ اور ان کے رفقاء کے مقابلہ میں اپنے امیر کے حکم سے لڑنے آئے تھے زیادہ ناخوش گوار اور برا تھا۔

اب ہمیں تاریخ کی شواہد کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ یہ خیال کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے۔ کوفہ ایک زبردست فوجی چھاؤنی تھا جس کو حضرت عمر نے وسعت مملکت عربیہ کے لئے بنایا تھا۔ ان کے حکم سے ۱۷ھ میں اس کی بنیاد ڈالی گئی اور شروع میں چالیس ہزار(۱) آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔ شہر کی آبادی کا نقشہ حضرت عمر کے حکم کے مطابق بنایا گیا اور تمام عرب قبائل کو لاکر اس میں آباد کیا گیا۔ بسنے والوں کے لئے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ وہ عرب ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کا اہتمام کیا گیا تھا کہ کوفہ میں چالیس ہزار تازہ دم سپاہی موجود رہیں جن سے وقت پر کام لیا جاسکے۔ ان سب لوگوں کی تنخواہیں علیٰ قدر مراتب مقرر کی گئیں۔ تنخواہ پانے والے صرف لڑنے والے سپاہی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے یہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا اس کی بھی تنخواہ مقرر کردی جاتی تھی۔ اس کے لئے باقاعدہ رجسٹر مرتب کئے جاتے تھے۔ یہ سپاہی جنگ کے موقع پر بڑی دولت جمع کر لیتے تھے۔

مولانا شبلی نے کوفہ کے اکثر حالات کو اپنی کتاب ''الفاروق'' میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ تفصیلات کے بیان کرنے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے:

> ''یہی نظام تھا جس کی بدولت اک مدت تک دنیا پر عرب کا رعب وداب قائم رہا اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا۔ جس قدر اس نظام میں کمی ہوتی گئی عرب کی طاقت میں ضعف آتا گیا۔''

(الفاروق جلد ۲، ص ۸۵)

تاریخ کے مندرجہ بالا حقائق کے بعد یہ صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ کوفہ میں کس طریقے اور کس عقیدے کے لوگ آباد تھے۔ دراصل کوفہ کے لوگ عہد حضرت عمر کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے دل وجان سے معتقد تھے۔ ان کے متعلق حضرت عمر کی رائے اس خط سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے اہل کوفہ کو لکھا تھا'' کتب عمر ابن الخطاب الی اهل الکوفة ۔ یا اهل الکوفة انتمر راس العرب وجمجمتها وسهی الذی ارمی به '' حضرت عمر نے اہل کوفہ کو لکھا کہ اے اہل کوفہ تم عرب کے سردار ہو اور عرب کے دماغ ہو اور تم میرے وہ تیر ہو جس سے میں دوسروں کو نشانہ بناتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد واقدی جلد ۶ ص، ۳)

حضرت عمر کا نظریہ حکومت اس کے بالکل خلاف تھا کہ وہ مستقل فوجی نظام کو اسلامی حکومت کے لئے ضروری سمجھیں اور

۱۔ معجم البلدان یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ مطبوعہ مصر ۱۹۰۶ء ص ۲۹۷

فوجیوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات کا مستحق قرار دیں۔ ان کے نزدیک ہر مسلمان کا فرض تھا کہ تحفظ اسلام کے لئے رضا کارانہ طور پر اپنے خدمات کو پیش کرے۔ وہ عدل اور مساوات کے حامی تھے اور عرب غیر عرب کی تخصیص اور امتیاز بھی نہیں کرتے تھے، جس کی وجہ سے کوئی حضرت علیؑ سے ہمہ تن وفاداری نہیں کر سکتے تھے۔ کوفیوں کی تربیت ہی ایسی ہی ہوئی تھی کہ انہیں کا ساتھ دے سکتے تھے جو ان کو دولت اور سرمایہ سے مطمئن کرے۔

مؤرخ ابن قتیبہ دینوری ''امامت اور سیاست صفحہ ۱۲۹'' میں روایت کرتے ہیں کہ جنگ خوارج سے فارغ ہو کر جب جناب امیر المومنینؑ دوبارہ اہل شام پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے اور پرجوش تقریریں ہو رہی تھیں، اس وقت حضرت علیؑ کے چند پرخلوص اصحاب نے اٹھ کر عرض کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

امیر المومنینؑ! عوام الناس کی مراد بس دنیا ہوتی اور اسی کو حاصل کرنے کے لئے مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ پس آپ عرب وقریش کے ان سرداروں کو جن کی طرف سے مخالفت اور جدائی کا خوف ہو سکتا ہے زیادہ مال وزر عطا فرمایئے۔ جب آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جائے تب پھر تقسیم کا وہی بہترین طریقہ اختیار کر لیجئے گا جواب تک رہا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں رعایا پر جور وظلم کر کے لوگوں کی امداد حاصل کروں۔ خدا کی قسم میں تو ایسا طریقہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے۔ بخدا اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوات ہی کے طریقہ پر تقسیم کرتا پھر ان اموال میں عدل ومساوات کے خلاف کیوں کر سکتا ہوں جو کہ انہیں کی ملکیت ہے۔

امیر المومنینؑ کا یہ جواب سن کر تمام سپاہی جو محض دنیوی فوائد حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے ساتھ ہو گئے تھے، ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو چل دیئے صرف پچاس مخلص جانثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے گرد وپیش زیادہ تر سیم وزر کے بندوں کا مجمع تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف تو امیر معاویہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے اپنے طرفداروں پر مال کی بارش کر رہے ہیں اور دوسری طرف رسولؐ عربی کا جانشین بیت المال کے روپیہ کو اپنے اقتدار جمانے کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتا تو رفتہ رفتہ خودغرض لوگوں کی ظاہری حمایت کی روش بدلنے لگی اور یہ حقیقت کھل گئی کہ اہل کوفہ میں خالص شیعوں کی تعداد کتنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ ان کی شکایت کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ تم نے میرے دل میں ناسور ڈال دیا ہے۔ (نہج البلاغہ)

تاریخ شاہد ہے کہ عمومی حیثیت سے 'تشیعت' کوفیوں کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ ان کی نشو ونما حضرت عمر اور حضرت عثمان کے عہد میں ہوئی اور خلفاء ثلاثہ سے خلوص اور عقیدت ان کے خمیر میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ لوگ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔

حسب ذیل واقعات سے معلوم ہوگا کہ کوفیوں کا رجحان طبع کس طرف تھا۔

۱۔ فاما اهل مصر فانهم كانوا يشتهون علياً واما اهل البصرة فانهم كانو يشتهون طالحة واما اهل الكوفة فانهم كانوا يشتهون الزبير فخرجوا وهم على الخروج جميع وفى الناس شتى لا يشك كل فرقة الا ان المفلج معها وان امرها سيتم دون لاخريين الخ

(''طبری جلد پنجم صفحہ ۱۰۴/سطر ۶/مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت عثمان کے قتل کے بعد اہل مصر کی خواہش تھی کہ علیؑ کو خلیفہ بنائیں اور اہل بصرہ طلحہ کو چاہتے تھے اور کوفیوں کا میلان خاطر زبیر کی جانب تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے میں تو متحد الخیال تھے مگر اشخاص کے متعلق یکدل نہ تھے۔ ہر گروہ کی خواہش جداگانہ تھی اور ہر فرقہ اس میں شبہ نہیں کرتا تھا کہ کامیابی اسی کا ساتھ دے گی اور اسی کا مقصود پورا ہوگا۔ دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں ناکام رہ جائیں گے۔

۲۔ جنگ جمل کے موقع پر جناب امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ اور عمار یاسر کو طلب امداد کے لئے کوفہ بھیجا تھا۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے اور وہاں مجمع عام میں موافق اور مخالف تقریریں ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں مورخ طبری لکھتے ہیں۔

وقام الاشترفذکر الجاهلیةوشدتهاوالاسلام ورخانه وذکر عثمان فقام الیه المقطع بن الهیثم بن فجمیع العاری فقال اسکت قبحك الله کلب خلیّ والبناح فثار الناس فاجلسوه وقام المقطع فقال اناوالله لانحتمل بعدها ان یبوه احد بذکر احد من ائمتنا۔

(طبری جلد پنجم صفحہ ۱۸۹ ر سطر ۱۹ ر مطبوعہ مصر)

ترجمہ : مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انہوں نے زمانہ جاہلیت اور اس کی سختیوں اور اسلام اور اس کی خوشحالیوں کا تذکرہ کیا اور اسی سلسلہ میں حضرت عثمان کا تذکرہ (کچھ نامناسب) کیا اس پر مقطع بن الہیثم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کلام سے لوگوں میں شورش برپا ہوگئی اور سب نے مالک اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے بعد ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کریں گے کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں سے کسی کا یوں تذکرہ کرے۔

۳۔عن الزهری قال قال صعصعة بن صوحان یوم صفین حین رای الناس یتبارون الا ایسمعواواعقلواتعلمن والله لئن ظهر علی یکونن مثل ابی بکروعمروان ظهر معاویه لایقر لقائل بقول حق

(طبری جلد ۶ صفحہ ۳۱ ر سطر ۲۶ مطبوعہ مصر)

زہری سے روایت ہے کہ صعصعہ بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو، اگر علی بن ابی طالبؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مثل ونظیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ثابت ہوں گے اور اگر امیر معاویہ غالب ہوئے تو وہ کسی حق گو کی کوئی بات نہ مانیں گے۔

ناظرین کو مندرجہ بالا اقتباسات تواریخ سے صاف ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اہل کوفہ کا مذہبی میلان کس طرف تھا اور وہ کیا عقائد اور جذبات رکھتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اپنی مشہور کتاب ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں شیعہ امامیہ کے عقائد کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ امام کو علم وعمل میں خطا وگناہ سے معصوم ہونا اسی طرح لازمی سمجھتے ہیں جس طرح انبیاءؑ کے لئے معصوم ہونا لازمی اور شرط ثبوت ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے لہذا ضروری ہے کہ امام خدا کی جانب سے مخصوص ہو۔ تیسرے شیعہ امامیہ رسالتمآب کے بعد جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ کو امام بلافصل مانتے ہیں۔

جہاں تک میرا خیال ہے اسلام کے تمام فرقے شاہ صاحب موصوف کی اس رائے سے متفق ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ آیا اہل کوفہ کی اکثریت شیعہ امامیہ کے عقائد کی پیرو تھی؟ تاریخی شہادتوں سے تو جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یہی پتہ چلتا ہے کہ حقیقت بالکل اس کے خلاف تھی۔ اہل کوفہ کی اکثریت حضرات شیخین کی سیرتوں کو جزو دین اور ایمان سمجھتی تھی اور ان کے فضائل اور مناقب کی ہمہ تن دلدادہ تھی اور جماعت حضرات شیخین تو کیا حضرت عثمان کے خلاف بھی کسی قسم کی نکتہ چینی سننا گوارا نہیں کرسکتی تھی۔ ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کے بعد کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کوفہ میں شیعان علیؑ کی کثرت تھی۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد کوفیوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی مگر وہ آپ کو چوتھا خلیفہ ہی تسلیم کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کی چار سال کی خلافت کے دوران میں کچھ شیعی اثرات کوفہ میں نمایاں ہو چلے تھے جن کو مٹانے کے لئے امیر معاویہ نے انتہائی کوششیں کیں۔ فوراً تمام عمّال کے نام یہ احکام جاری کردیئے کہ منبروں پر علیؑ اور آل علیؑ پر سب وشتم کیا جائے اور شیعان علیؑ کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔ چنانچہ ۴۱ھ میں امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور اس کو بلا کر حسب ذیل گفتگو کی:۔

میرا ارادہ تھا کہ بہت سی باتیں تم کو سمجھاؤں مگر میں

اس کی ضرورت اس وجہ سے نہیں سمجھتا تھا کہ مجھ کو تمہاری بصیرت اور دانائی پر اعتماد ہے۔ البتہ ایک بات ضرور کہوں گا اور وہ یہ ہے کہ علیؑ پر سب وشتم کیا جائے اور عثمان کے لئے طلب ومغفرت و رحمت کرنے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ علاوہ بریں اصحاب علیؑ کی عیب جوئی کی جائے اور ان کی بات نہ سنی جائے اور ان کو اپنے سے دور رکھا جائے۔ برخلاف اس کے شیعان عثمان کی تعریف کی جائے اور ان کے ساتھ مل کر رہنے اور ان کی بات مان لینے میں دریغ نہ کیا جائے۔(۱)

مغیرہ نے امیر معاویہ کے احکام کی تعمیل پوری طرح کی لیکن حجر بن عدی کے ساتھ جن کو حضرت علیؑ سے گہری عقیدت تھی ایک مرتبہ نرمی کا برتاؤ کرنے پر امیر معاویہ نے اس کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ زیاد بن سمیہ کو مقرر کیا۔(۲)

جونہی زیاد بن سمیہ کوفہ کا حاکم مقرر ہوا، شیعان علیؑ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس نے شیعان علیؑ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر گرفتار کیا اور وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا کیونکہ حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں وہ انہیں لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا اور ہاتھ پاؤں قطع کرائے اور آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں اور درختوں پر سولیاں دلوائیں اور عراق سے جلا وطن کیا۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو زبردستی گرفتار کر کے امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جہاں مرج عذراء میں وہ اور ان کے نصف اصحاب نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے عبدالرحمن بن حسان عنزی حجر کے اصحاب میں سے تھے۔ جب یہ امیر معاویہ کے دربار میں پہنچے اور امیر معاویہ کے سوالات کا دندان شکن جواب دیا تب امیر معاویہ نے ان کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور حسب ذیل مضمون کا خط لکھا۔

"اما بعد فان هذاالعنزی شر من بعثت فعاقبه عقوبته التی هوا اهلها واقتله شر قتلةِ امابعد معلوم ہے کہ تمہارے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ عنزی ہے اس کو ایسی سزا دے جس کا وہ اہل ہے اور بہت بری طرح قتل کر زیاد کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے ان کو "قس الناطف" میں بھیج کر زندہ گڑوا دیا۔

(طبری جلد ۶ مطبوعہ مصر ص ۱۵۵ / سطر ۱۷) کامل جلد ۳، ص ۲۴۵، سطر ۱۱)

زیاد کے مظالم کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ شیعیانِ علیؑ میں سے کوئی مشہور ومعروف شخص باقی نہیں رہا۔(۳) یہ صورت حال ایک دو سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم رہی۔ شیعت اب تک ایک مخصوص جماعت میں رہ گئی تھی جو خفیہ طور سے گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ یزید نے جب نعمان بن بشیر انصاری کو برطرف کر کے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا تو عبیداللہ بن زیاد نے تفاخر اور احسان کے ملے جلے جذبہ میں ہانی بن عروہ شیعی سے یہ کہا تھا کہ "یاهانی اما تعلم ان ابی قدم هذا البلد فلم یترك احداً من هذه الشیعه الا قتله غیر ابیك وحجر" اے ام ہانی کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب ہمارا باپ زیاد یہاں حاکم ہو کر آیا تھا تو اس نے یہاں ایک شیعہ بھی زندہ نہیں چھوڑا تھا سوائے تمہارے باپ عروہ اور حجر بن عدی کے۔

(تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ میں بزمانہ امیر معاویہ شیعان علیؑ پر جو تباہی آئی اس کے بعد بہت ہی کم شیعہ رہ گئے تھے۔ کربلا کا واقعہ جس زمانہ میں ہوا اس وقت بھی کوفہ میں شیعوں کی تعداد بہت کم تھی۔

محمد بن حنفیہ اور عبداللہ ابن عباس سے بہتر دوسرا نہیں سمجھ سکتا کہ کوفہ میں شیعہ تھے یا نہیں۔ ان حضرات نے اپنے مشورے میں حضرت امام حسینؑ سے صاف صاف کہا تھا کہ شیعانِ علیؑ کی تعداد کوفہ میں نہیں بلکہ یمن میں ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس نے بجائے کوفہ جانے کے امامؑ کو یمن جانے کا مشورہ دیا تھا۔

اس امر سے صرف بنی ہاشم ہی واقف نہ تھے بلکہ اور لوگ بھی جانتے تھے کہ کوفہ میں شیعان علیؑ بہت کم رہ گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی نے بھی یہی کہا

۱۔ طبری جلد ۶ ص ۱۴۱ سطر ۲۳ مطبوعہ مصر، کامل جلد ۳، ص ۳۸ سطر ۶،
۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۳، ص ۵۰
۳۔ نصائح کافیہ، ص ۷۰ سطر ۱۵

تھا کہ لیس لك بالکوفه ناصر ولا شیعه بل نتخوف ان تکون علیك۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا شیعہ ہے اور نہ کوئی مددگار بلکہ مجھ کو خوف ہے کہ وہ لوگ تو برسرِ پیکار ہوکر آپ سے کھلم کھلا مخالفت کریں گے۔

(طبری طبع مصر جلد ۶، ص ۲۲۵ سطر ۲۱)

بے شک کوفہ جیسے شہر میں چند شیعہ ہی تھے جو رازدارانہ زندگی بسر کررہے تھے لیکن ان شیعیان کوفہ نے تو سرفروشی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ خاص کوفہ میں ہانی بن عروہ، محمد بن کثیر، قیس بن مسہر، عبدالاعلی کلبی، اور عمارہ بن صلحب ازدی نے جان دے دی۔ اسی طرح رشید ہجری اور میثم تمار کو بھی بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ جناب میثم تمار کے منہ میں سولی پر چڑھانے سے پہلے بحکم ابن زیاد لگام لگائی گئی تا کہ وہ لوگوں سے کوئی بات نہ کرسکیں۔ یہ دونوں حضرات امام حسینؑ کے داخلہ عراق سے دس دن پہلے کوفہ میں شہید کئے گئے۔ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی اور عبداللہ بن حارث کو پابند سلاسل کرکے مقید کیا گیا۔ مگر باوجود اس ظلم و تشدد اور داروگیر کے چند نفوس قدسیہ راستوں کی ناکہ بندی کو توڑ کر نہ معلوم کس طرح ایک ایک کرکے امام حسینؑ کے پاس پہنچ گئے اور حسب وعدہ اپنی جانیں فرزند رسولؐ پر فدا کردیں۔ ان گنتی کے شیعان کوفہ سے جنہوں نے اپنی جانیں روز عاشور حضرت امام حسینؑ کے قدموں پر نثار کریں یہ حضرات تھے۔

حبیب ابن مظاہر اسدی، عابس بن ابی شبیب شاکری، سعید بن عبداللہ حنفی، مسلم بن عوسجہ اسدی، ابوثمامہ عمرو ابن عبداللہ صائدی، بریر بن خضیر ہمدانی، حافظ قرآن پاک۔ نافع بن حلال جملی، عبداللہ، عبداللہ بن عمیر کلبی، اور زہیر بن قین بجلی۔ یہی کوفہ کے وہ شیعہ تھے جن کی وفاداری پر امام حسینؑ نے فخر فرمایا ہے۔ ہاں سلیمان بن صرد، مسیب بن نجیہ اور رفاعہ بن شداد اپنے کو کسی طرح بھی امامؑ کی خدمت میں نہ پہنچا سکے اور نہ معلوم کیوں کر پوشیدہ رہ کر ابن زیاد کے مظالم سے محفوظ رہے لیکن ان لوگوں نے مقام عین الوردہ میں جان نثاری کا حق ادا کیا اور مخالفین کا بھرپور مقابلہ کیا اور مع اپنے ساتھیوں کے تقریباً سب راہِ حق میں نثار ہوگئے۔

کوفہ کے خالص شیعوں میں سے جنہون نے حضرت امام حسینؑ کو خطوط لکھے تھے یا پیغام لے کر حضرت کی خدمت میں گئے تھے وہ سب کے سب بجز ان لوگوں کے جو قید خانوں میں محبوس تھے یا شدید رکاوٹوں اور ناکہ بندی کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے، روز عاشورا کربلا میں امامؑ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی زندگی کے آخری نفوس تک جس صداقت اور استقلال کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا اس کا تذکرہ تاریخ کے صفحوں پر زریں حرفوں میں ہمیشہ ثبت رہے گا۔

البتہ ایک خط حضرت امام حسینؑ کو سات آدمیوں نے لکھا تھا جن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ شبث بن ربعی ۲۔ حجار بن الجبر ۳۔ یزید بن حارث ۴۔ یزید بن رویم ۵۔ عذرہ بن قیس ۶۔ عمرو بن الحجاج زبیری ۷۔ محمد بن عمیر تمیمی، ان لوگوں نے خط میں لکھا تھا کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں اور میوے درختوں میں رسیدہ ہیں اور تالاب لبریز ہیں جب آپ چاہیں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لئے آراستہ موجود ہے۔ والسلام

(طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۷ سطر ۲۳ مطبوعہ مصر)

ان اشخاص کو اس جماعت سے جو شیعہ علیؑ کہی جاسکتی تھی کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ لوگ یزید کی حکومت کے پانچویں کالم والے جاسوس تھے جو شیعان کوفہ کے راز کو خفیہ طریقہ سے دریافت کرنے پر مامور تھے۔ انہیں لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل سے جنگ کی اور یہی لوگ کربلا میں قاتلان امام حسینؑ کے زمرہ میں داخل ہوئے۔ یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے اور یزید کو امام واجب الطاعت سمجھتے تھے۔ چنانچہ طبری کی روایت ہے کہ کربلا میں عمر ابن سعد کے لشکر سے عمرو بن الحجاج نکلا اور آواز دی۔ یا اهل الکوفه الزمو اطاعتکم و جماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین و خالف الا

ماذا لخ، اے اہل کوفہ امیر کی اطاعت اور اپنی متفقہ رائے پر سختی سے قائم رہو اور کوئی شک نہ کرو ان لوگوں کے قتل میں جو مذہب سے نکل گئے ہیں اور امام کی مخالفت کر رہے ہیں۔

(طبری جلد ۶ ص ۱۴۹، سطر ۹ مطبوعہ مصر)

اس تمہید کے بعد میں عرض کروں گا کہ تمام کوفیوں کو "**شیعة الحسین و حزبه و انصاره**" (یعنی امام حسینؑ کے اور گروہ والے اور مددگار) کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ شیعہ کہ جنہیں مذہبی حیثیت سے حقیقی معنی میں شیعہ کہا جا سکتا ہے ان کی تعداد ابتدا ہی سے بہت کم تھی لیکن اولاد ابوسفیان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کو حقدار خلافت سمجھنے والے جنہیں اس زمانے میں شیعہ علیؑ اور شیعہ اہل بیت کہا جاتا تھا ان کی تعداد دوران خلافت حضرت علیؑ میں کافی ہوگئی تھی لیکن ادھر معاویہ کا دور حکومت شروع ہوا ادھر شیعان کوفہ پر مظالم کی بھرمار شروع ہوگئی۔ مارے جانے، سولی پانے اور جلا وطن ہونے کے بعد جو بچے کھچے اشخاص موجود بھی تھے وہ گوشوں کے اندر زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔

زیاد کے وحشیانہ مظالم کی وجہ سے اہل کوفہ میں احساس کمتری پیدا ہوگیا تھا وہ صدائے احتجاج تو کیا بلند کرتے اس کے افعال اور حرکات پر معمولی نکتہ چینی کرنے تک کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔

مسروق بن الاجدع نے روایت کی ہے کہ میں نے ام المومنینؑ حضرت عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر معاویہ یہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی حمیت باقی ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو انہیں کے درمیان گرفتار کرا لے اور شام میں بلوا کر قتل کرے لیکن جگر خوارہ کے بیٹے نے تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت اور قوت والے) لوگ نہیں رہے۔

(استیعاب جلد ۱، ص ۱۳۸، سطر ۴)

حضرت امام حسنؑ سے صلح کرنے کے بعد امیر معاویہ نے اپنے خزانے کا منہ کھول دیا تھا اور اہل عراق پر دل کھول کر روپیہ لٹا رہے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ وہ عراقیوں کو ہر حال میں خوش رکھ کر اپنے قابو میں رکھیں۔ اس خیال سے وہ عراقیوں کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے، اپنے عمّال کو حکم دے دیا تھا کہ یزید کی ولیعہدی لوگوں سے تسلیم کرانے میں روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہ کریں۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے ایک وفد اپنے لڑکے موسی کی سربراہی میں امیر معاویہ کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ کوفہ والے یزید کی ولیعہدی کو تسلیم کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہیں۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کے لڑکے سے دریافت کیا کہ تیرے باپ نے ان لوگوں کا ایمان کتنے میں خریدا؟ اس نے جواب دیا کہ تیس ہزار درہم میں۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳، ص ۲۵۲ سطر ۲۲)

چنانچہ امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو بھی یہی وصیت کی تھی کہ:

وانظر اهل العراق فان سلوك ان تعرل عنهم كل يوم عاملاً فافعل فان عزل عامل احب ابي من ان تشهر عليك مائة الف سيف

"عراقیوں پر برابر نگاہ (لطف) رکھنا اور اگر وہ چاہیں کہ ان کا گورنر معزول کر دیا جائے تو گورنر کو معزول کر کے ان کو اپنے قابو میں رکھنا کیونکہ گورنر کا معزول ہونا میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک لاکھ کوفیوں کی تلواریں تیرے خلاف نکلیں۔

(طبری مطبوعہ مصر جلد ۶، ص ۱۸۰ سطر ۸)

بیشک امیر معاویہ یہ جانتے تھے کہ باوجود قتل و غارت اور دادو دہش کے کوفہ میں ایسی شخصیتیں بھی پائی جاتی ہیں جو اہل بیتؑ رسالت کی محبت اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جن کی تمنا یہ ہے کہ اہلبیتؑ کا حق ان کو مل جائے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایسے اشخاص چاہے وہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں ان میں حرکت پیدا ہوگی۔ اس لئے ان کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ لوگوں کے اس جذبے کو ایسا کچل دیا جائے کہ پھر نہ ابھر سکے اور ان کا بیٹا نہ صرف خود اطمینان سے حکومت کرے بلکہ ان کی نسل میں یہ حکومت باقی رہے۔ امیر معاویہ کو اس منصوبے میں کامیابی حاصل ہوئی اور اب گنتی کے شیعان علیؑ کوفہ میں باقی رہ گئے اور زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی تھی جو عثمانی مسلک رکھنے والے اور

یزیدی گروہ میں شامل تھے۔

جس وقت بنی امیہ کے مظالم سے گھبرائی ہوئی خلقت کوفہ میں فرزند رسولؐ کی بیعت مسلم بن عقیل سے کر رہی تھی اس خیال سے نہیں کہ وہ سب کے سب حضرت امام حسینؑ کو مفترض الطاعت سمجھتی تھی بلکہ اس خیال سے کہ یزید ایسے شراب خور اور فاسق سے امام حسینؑ ایسی کامل اور با اخلاق ہستی یقیناً مسلمانوں کیلئے بہتر ہوگی اس موقع پر کسی مذہب اور ملک کا افتراق نہ تھا اور.... جوق جوق لوگ بیعت کرنے کے لئے آرہے تھے اور تقریباً بارہ ہزار یا بروایت اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ اکثر لوگوں کے دماغ میں یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ سب شیعان حسینؑ ہوں گے لیکن یہ بات حقیقت سے کوسوں دور ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حالات کے مطالعہ سے ناظرین کو واضح ہوگیا ہوگا۔ اصلیت یہ ہے کہ کوفہ کے لوگ امیر معاویہ کے گورنروں کی آئے دن کے تشدد اور سختیوں سے اس قدر عاجز آ گئے تھے کہ وہ موجودہ حکومت سے سخت بیزار تھے۔

تغیر پسندی انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اور لوگ جدھر ایک کو جاتے دیکھتے ہیں ادھر سب چل دیتے ہیں علاوہ بریں گو دوستان اہلبیتؑ کی تعداد کم تھی مگر ان میں چند سرداران قبیلہ بھی تھے اور ان کی صداقت اور وجاہت کا کوفہ والوں کے دلوں پر اثر تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ لوگ ان کو راہ راست ہی کی طرف لے جائیں گے لیکن حالات کی تبدیلی نے ظاہر کر دیا کہ آنکھ بند کر کے تتبع کرنے والوں کا عہد سطحی تھا۔ انھوں نے عبیداللہ بن زیاد کے کوفہ میں داخل ہوتے ہی حضرت مسلمؑ کا ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا۔ مغرب کی نماز کے وقت صرف تیس آدمی ان کے ساتھ تھے اور جب نماز کے بعد وہ مسجد کے دروازہ کی طرف گئے تو صرف دس آدمی ان کے ہمراہ تھے، ابھی دروازہ سے باہر نہ آئے تھے کہ کسی کو اپنے ساتھ نہ پایا۔

جس وقت کوفی حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا اور اپنی فطری صلح پسندی کی بنا پر خاموش تھا۔ یزید کے ہوا خواہوں کو یہ بات کب گوارا ہوسکتی تھی چنانچہ ۱۔عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی ۲۔عمارہ بن عقبہ اور ۳۔عمر بن سعد بن ابی وقاص نے یزید کو خط لکھا جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

''مسلم بن عقیل کوفہ آئے ہیں اور شیعوں نے ان کے ہاتھ پر حسینؑ بن علیؑ کی بیعت کی ہے اگر آپ کو کوفہ میں اپنی سلطنت قائم رکھنا ہے تو ایک طاقتور شخص کو یہاں مقرر کیجئے جو آپ کے حکم کو نافذ کرے اور دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو آپ خود اگر ہوتے تو کرتے۔ اس لئے کہ نعمان بن بشیر فطرتاً کمزور ہے یا کسی وجہ سے کمزوری دکھا رہا ہے۔

(طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۱۹۹ سطر ۲۲)

اس خط کو دیکھ کر یزید نے حسب ذیل مضمون کا فرمان ابن زیاد کے نام لکھا:

> میرے پاس میرے شیعوں نے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں یہ لکھا ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جتھے جمع کر کے مسلمانوں کی موجودہ بنی بنائی بات کو بگاڑنا چاہتے ہیں لہذا تم فوراً وہاں جاؤ اور مسلم پر قابو حاصل کر کے سزا دو۔

(طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۲۰۰، سطر ۴)

محترم ناظرین! اب تو یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہی کہ کوفہ کے تمام باشندے شیعان حسینؑ تھے۔ عمر بن سعد وہی شخص ہے جو مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص کا جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے، بیٹا ہے اور یہ وہی سپہ سالار ہے جو امام حسینؑ کے قتل کے لئے بھیجا گیا تھا اور جس نے سب سے پہلا تیر لشکر حسینؑ کی طرف مارا تھا۔

علاوہ بریں مالک بن نسر، عزرہ بن قیس احمسی، یزید بن معقل، کثیر بن شہاب الحارثی، کعب بن جابر بن عمرو ازدی، زجر بن قیس و شمر بن ذالجوشن، حجار بن ابجر، قیس بن اشعث، عمر بن حریث، قعقاع بن شعور تابعی، شیث بن ربعی، علی بن قرطہ انصاری اور محمد بن اشعث نے روز عاشورا صاف صاف اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے ماننے والوں میں تھے اور یزید کو امام وقت سمجھتے تھے۔ یہ لوگ کوفہ کے رہنے والے تھے اور قاتلان امام حسینؑ تھے۔

سمرہ بن جندب ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کا رئیس شرطہ (پولیس افسر) تھا اور لوگوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے ابھارتا تھا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا، ص ۳۶۳ طبع مصر)

اب رہا یہ الزام کہ حضرت امام حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کے بہت سے دوست زندہ رہے۔ بیشک ان میں سے کچھ کسی صورت سے زندہ رہے لیکن قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لینے کے لئے توابین، کا انتقام خون حسینؑ کے سلسلہ میں اپنی جانوں کا دے دینا یہ خود ان کی نیک نیتی کی دلیل ہے۔ وہ لوگ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر بہادری سے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور بنی امیہ کے ہزاروں آدمیوں کے لشکر سے خوب مقابلہ کر کے بجز چند آدمیوں کے سب شہید ہو گئے۔ ان لوگوں نے جان فروشی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال تاریخ میں دوسری نہیں مل سکتی۔

جب یزید نے مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سنی تو فوراً ابن زیاد کو لکھا:

> مجھ کو خبر ملی ہے کہ حسینؑ بن علیؑ عراق کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں اب تم ہوشیاری کے ساتھ جاسوس مقرر کرو اور وہم وگمان بھی خطرہ کا ہو تو اس سے تحفظ کرو اور جس پر بدگمانی ہوا سے فوراً گرفتار کرلو۔

(طبری مطبوعہ مصر جلد ۶، ص ۲۱۵ سطر ۹)

اب کیا تھا دار و گیر کا بازار گرم ہو گیا اور قید خانے مشتبہ لوگوں سے چھلکنے لگے۔ مارشل لا، جاری کر دیا گیا یہاں تک کہ بے گناہ لوگ بھی ہیبت قائم کرنے کے لئے قتل کرا دیئے گئے۔ اس کا پتہ ابن زیاد کی اس تقریر سے جو اس نے یزید کی ہلاکت کے موقع پر کی چلتا ہے۔

> "کوئی شخص ایسا نہیں جس پر گمان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کرے گا مگر یہ کہ وہ قید خانہ کے اندر ہے۔"

(طبری مطبوعہ مصر جلد ۷، ص ۱۸ سطر ۱۱)

میں ابھی اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کاش میں نے ان لوگوں کو جو قید خانے میں بند تھے نکال کر قتل کا حکم دے دیا ہوتا اس لئے کہ وہی لوگ بعد میں انقلاب کا سبب ہوئے۔"

(طبری مطبوعہ مصر جلد ۷، ص ۲۰، سطر ۱۷)

کوفہ کو حجاز، شام اور بصرہ سے جو راستے آتے تھے ان کی ناکہ بندی کر دی گئی اور قادسیہ کے چوراہہ پر حصین بن تمیم کو کئی ہزار سواروں کے ساتھ تعینات کیا گیا۔ چنانچہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن یقطر جو امام حسینؑ کے قاصد تھے اور اہل کوفہ کے نام خط لئے جا رہے تھے اسی قادسیہ میں پہنچ کر حصین کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔

راستوں کی شدید ناکہ بندی نے ان چند اشخاص کے لئے جن میں جذبہ نصرت امام حسینؑ ہو سکتا تھا اور جو قید خانہ سے باہر تھے حضرت تک پہنچنے کو دشوار سے دشوار بنا دیا تھا اور اگر وہ آنے کا ارادہ کرتے بھی تو یقیناً نخیلہ میں جو بالکل کوفہ کے نکڑ پر کربلا کے راستہ میں تھا اور جس کو خود ابن زیاد نے افواج کے معائنہ کے لئے اپنا مرکز بنا لیا تھا گرفتار کر لئے جاتے یا اس سے پہلے قادسیہ، خفان، قطقطانہ، یا لعلع کی منزل پر محصور ہو جاتے۔

اب اگر ایسے حالات میں توابین، حضرت امام حسینؑ کی نصرت کرنے سے مجبور رہے تو ہرگز ان کا اور قاتلان حسینؑ کا موقف ایک نہیں ہو سکتا۔

"توابین" کو اس بات کا کہ وہ حضرت امام حسینؑ کی نصرت کرنے اور اپنی جانیں حضرتؑ کے قدموں پر نثار کرنے سے قاصر رہے پورا احساس تھا اور وہ اس جرم کے معترف تھے اور کہتے تھے:

> اٹھو! کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تم نے غضبناک کیا ہے جب تک کہ تم اپنے رب ذوالجلال کو راضی نہ کرلو اپنی عورتوں اور بچوں کے پاس مت جاؤ اور خدا کی قسم یہ ہرگز خیال مت کرو کہ دشمنان اہلبیتؑ سے بغیر جنگ کئے ہوئے یا اپنی ہلاکت کے بغیر تم خدا کو خوش کر سکتے ہو۔

ان لوگوں نے بنی امیہ کی فوج سے خوب جنگ کی۔ ان کی تمنا صرف یہ تھی کہ (بقیہ صفحہ ۲۴ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

طرح اونٹ کو کھینچ کر لاتے ہیں۔آپ نے اس کے جواب میں بھی اصل حقیقت سے انکار نہیں کیا ہے فرماتے ہیں:۔

"وَقُلْتُ اِنِّیْ کُنْتُ اُقَادُ کَمَا یُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوْشُ حَتّٰی اُبَایِعَ وَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ اَرَدْتَ اَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ وَاَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ وَمَا عَلَی الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِیْ اَنْ یَکُوْنَ مَظْلُوْمًا مَالَمْ یَکُنْ شَاکًّا فِیْ دِیْنِهٖ وَلَا مُرْتَابًا بِیَقِیْنِهٖ۔

"تم نے کہا ہے کہ میں کھینچا جاتا تھا جس طرح وہ اونٹ کھینچا جاتا ہے جس کے نکیل بندھی ہوئی ہو تا کہ بیعت کروں، بخدا تم نے چاہا تھا کہ مذمت کرو لیکن تعریف کر دی اور مجھے رسوا کرو مگر خود تمہاری رسوائی ہوئی۔ایک مسلمان کے لئے کوئی عیب نہیں اس میں کہ وہ مظلوم ہو جب تک کہ وہ اپنے دین میں شک کرنے والا اور اپنے یقین کامل میں متزلزل نہ ہو۔"

ج ۲ ص ۱۸۷، میں آپ کا یہ قول درج ہے کہ:۔

وَاعَجَبَاهُ اَتَکُوْنُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ۔

"عجیب! کیا خلافت صحبت اور قرابت ہی کی بنیاد پر قائم ہے۔"

آپ کا یہ شعر بھی اسی مضمون سے متعلق ہے۔

فَاِنْ کُنْتَ بِالشُّوْرٰی مَلَکْتَ اُمُوْرَهُمْ
فَکَیْفَ بِهٰذَا وَالْمُشِیْرُوْنَ غُیَّبٌ
وَاِنْ کُنْتَ بِالْقُرْبٰی حَجَجْتَ خَصِیْمَهُمْ
فَغَیْرُکَ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ وَاَقْرَبُ

(یعنی اگر تم شوریٰ سے مسلمانوں کی حکومت پر متمکن ہوئے ہو تو یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مشورہ دینے والے موجود ہی نہ تھے کیونکہ سقیفہ میں تمام مسلمانوں کی نمائندگی نہ تھی اور اہلبیت رسولؐ میں سے کوئی فرد موجود نہ تھی) اور اگر تم قرابت سے اپنی مخالف جماعت (انصار) پر غالب آئے ہو تو تمہارے سوا دوسرا شخص (یعنی خود حضرت علیؑ) تم سے زیادہ رسولؐ کے ساتھ خصوصیت کا مالک ہے اور قرابت رکھتا ہے۔"

(باقی آئندہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

بقیہ صفحہ۔۔۔۔۳۲۔۔۔اہل کوفہ اور تشیع

حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے میں مارے جائیں، شاید اس سے ان کے گناہوں کے بوجھ اور عذاب کی سختی میں کچھ کمی ہو جائے، اس روز ان کو امان دی گئی لیکن انہوں نے انکار کرتے ہوئے پکار پکار کر کہنا شروع کیا:

ہم دنیا میں امان میں ہیں لیکن ہم آخرت کی امان کے لئے باہر نکلے ہیں یہاں تک کہ بجز چند آدمیوں کے سب قتل ہو گئے۔

مبارک ہیں وہ 'توابین' کہ جن کو اس کی ندامت ہوئی کہ حسینؑ کا خون ان کے پڑوس میں بہایا گیا اور وہ مدد نہ کر سکے۔ اب وہ سوائے اس کے کہ قاتلان حسینؑ کو قتل کریں یا لڑتے لڑتے خود ہلاک ہو جائیں کر ہی کیا سکتے تھے۔

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۲۶ ۳ر محرم ۱۳۸۰ھ)